ڈاکٹر سمیرا اعجاز
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، سرگودھا یونی ورسٹی

منیر نیازی کی کالم نگاری: تحقیق و تنقید

MunirNiazi, a distinguished and esteemed poet as he is, enjoys esteemasbeing a prose writer as well. His columns are manifestations of his prose writing skills, prolifically available in newspapers and periodicals. These columns are peculiar representations highlighting the literal, cultural and social realities, and also elaborating the contextual background of these realities. Undoubtedly, these writings are distinctive source of contemporary literaryhistory. Although the columns proffer literaryand cultural activities, yet possess a literaryexpression and elegance. Moreover, a distinguishing virtue of his sagacious personality and the facetiousness is indeed a prominent quality of Munir's columns. Hence, this article not only discusses the noteworthy prestige of MunirNiazi's published columns, it equally tends to provide a detailed index of his columns with all necessary publishing details.

منیر نیازی کی شہرت کا بنیادی حوالہ شاعری کو سمجھا جاتا ہے جب کہ ان کی نثری تحریریں بھی اپنی معنویت کا ایک دفینہ رکھتی ہیں۔ منیر نیازی ایک ہمہ جہت شخصیت تھے جنھوں نے ہر زاویے سے ادب کو مستفید کیا۔ نثر میں افسانہ، خاکہ اور کالم؛ ان کا وسیلۂ اظہار بنے۔ منیر نیازی نے کالم لکھنے کا آغاز اپنی دل چسپی سے زیادہ، معاشی ضرورت پوری کرنے کے تحت کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے مختلف اخبارات و رسائل میں کالم لکھے لیکن اُن میں تواتر اور تسلسل کا فقدان رہا۔ ''اخبار کے ایڈیٹر صاحبان کالم لکھوانے کے کئی کئی دن بعد تک نظر نہیں آتے تھے۔ یوں پانچ پانچ روپے کے وعدۂ فردا کے عوض وہ لکھتے رہے۔''[۱] کالم نویسی کا آغاز اُنھوں نے روزنامہ ''زمیندار'' اور ''نوائے وقت'' سے کیا۔ اس کے بعد اُنھوں نے جن اخبارات میں کالم لکھے وہ اپنی چند اشاعتوں کے بعد ہی بند ہو گئے۔ ادبی اور فکاہی کالم نگاری کا آغاز ہفت روزہ ''سات رنگ'' سے کیا۔ یہ سلسلہ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۴ء تک جاری رہا۔ اُنھوں نے ادبی کالم ''لاہور لاہور ہے'' کے عنوان سے لکھے۔ یہ کالم ذیلی عنوانات پر مشتمل ہوتے تھے۔ چند ذیلی عنوانات اور شماروں کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ نواب ممدوٹ، سعادت حسن منٹو، میرا جی: ۱۵ تا ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء، جلد:۴، شمارہ:۷

۲۔ نرسوں کی بہبودی کے لیے ڈراما، ایک دن شاہ نور سٹوڈیوز میں: ۲۲ تا ۲۹ نومبر ۱۹۵۳ء، جلد:۴، شمارہ:۸

۳۔ لاہور لاہور ہے (ذیلی عنوان درج نہیں): ۲۹ نومبر تا ۶ دسمبر ۱۹۵۳ء، جلد:۴، شمارہ:۹

۴۔ لاہور، میانوالی، مجلس اقبال، سرمائے کی سازش: ۴ تا ۱۳ دسمبر ۱۹۵۳ء، جلد:۴، شمارہ:۱۰

۵۔ کلام و طعام، نژادِ نو، شاعر اور پیسہ، ترقی پسند: ۱۳ تا ۲۰ دسمبر ۱۹۵۳ء، جلد:۴، شمارہ:۱۱

۶۔ راجہ حسن اختر سے ایک ملاقات: ۲۰ تا ۲۷ دسمبر ۱۹۵۳ء، جلد:۴، شمارہ:۱۲

۷۔ حلقہ اربابِ ذوق، اہلِ زبان، فلمی سرمایہ دار، دواساز ادارے: ۲۷ دسمبر تا ۱۰ جنوری ۵۴۔۱۹۵۳ء، جلد:۴/۵، شمارہ:۱۔۱۳

روزنامہ ''ملت'' جو ۱۹۵۳ء میں شبلی بی۔کام کی ادارت میں لاہور سے جاری ہوا، اِس میں بھی منیر نیازی کے چند کالم ملتے ہیں۔ یہ اخبار جلد بند ہو گیا۔ہفت روزہ ''نصرت'' لاہور میں منیر نیازی نے باقاعدگی سے کالم لکھے۔ اس کا اجرا جون ۱۹۴۹ء میں لاہور سے ہوا۔ اس کے پہلے ایڈیٹر آغا اختر حسین تھے۔ یہ مختلف ادوار سے گزرا۔ ۱۹۵۳ء میں ماہنامہ کے طور پر سامنے آیا۔ ۱۹۵۵ء میں ماہنامہ کی بجائے ہفت روزہ کی صورت میں جاری ہونے لگا۔ دسمبر ۱۹۵۸ء میں یہ حنیف رامے کی ادارت میں شائع ہونا شروع ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں پھر ماہنامہ بن گیا۔ ۱۹۶۸ء میں پھر ہفت روزہ کی صورت میں شائع ہونے لگا۔[۲] منیر نیازی نے حنیف رامے کی ادارت کے دور میں ہی کالم لکھے۔ لیکن یہ کالم اپنے اصل نام کی بجائے ''منوچہر'' کے نام سے لکھے۔[۳] اِن کالموں کی تفصیل بہ زمانی ترتیب حسبِ ذیل ہے:

کالم کا عنوان	سن اشاعت
۱۔ بنگال کا سفر	مارچ ۱۹۶۰ء
۲۔ کراچی کا سفر	۲۶ فروری ۱۹۶۱ء
۳۔ منٹگمری کا سفر	۲ اپریل ۱۹۶۱ء
۴۔ لاہور کی گپ شپ	یکم اکتوبر ۱۹۶۱ء
۵۔ ادبی سرگرمیاں	فروری ۱۹۶۲ء
۶۔ لاہور کا ادبی گزٹ	اکتوبر ۱۹۶۲ء
۷۔ "	دسمبر ۱۹۶۲ء
۸۔ "	جنوری ۱۹۶۳ء
۹۔ "	فروری ۱۹۶۳ء
۱۰۔ ادبی سرگرمیاں	اپریل ۱۹۶۳ء
۱۱۔ "	مئی ۱۹۶۳ء
۱۲۔ "	جولائی ۱۹۶۳ء
۱۳۔ "	اگست ۱۹۶۳ء
۱۴۔ "	اکتوبر ۱۹۶۳ء

۱۵۔	"	نومبر ۱۹۶۳ء
۱۶۔	"	دسمبر ۱۹۶۳ء
۱۷۔ ادب نامہ		مارچ ۱۹۶۴ء
۱۸۔ ادب نامہ		اپریل ۱۹۶۴ء

منیر نیازی نے ایک فلمی رسالے ماہ نامہ ''ڈائریکٹر'' لاہور کے ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۲ء کے شماروں میں مستقل عنوان ''کھٹی میٹھی باتیں'' کے تحت فکاہیہ کالم بھی لکھے جو فلمی لطائف پر مبنی تھے۔ شاد امرتسری اِن کالموں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''کھٹی میٹھی باتیں'' جاری رہنا چاہیے۔ اس کالم میں سائیکل والا لطیفہ بہت مصالحے دار ہے۔ شکر ہے اس پرچے میں اب کچھ ادب کے نمونے نظر آتے ہیں۔ فلم کے ساتھ ساتھ علم کی باتیں بھی اپنا رنگ دکھاتی ہیں۔ [۴]

روزنامہ ''آزاد'' اپنے دوسرے دورِ اشاعت ۱۹۷۰ء کے وسط میں عبداللہ ملک، حمید اختر اور آئی اے رحمٰن کی زیرِنگرانی جاری ہوا تو ایک سال بعد ناکام ہوگیا۔ اِس اخبار میں منیر نیازی کے چند کالموں کے حوالے سے حمید اختر لکھتے ہیں:

> ۱۹۷۰ء میں جب ہم چند اخبار نویسوں کو ''امروز'' پاکستان ٹائمز سے نکال دیا گیا تو عبداللہ ملک، آئی اے رحمٰن، عباس اطہر اور ہم نے روزنامہ ''آزاد'' کا اجرا کیا۔ ہم نے منیر نیازی کو جو دس برس قبل منٹگمری چھوڑ کر لاہور آ گیا تھا۔ اس میں کالم لکھنے کے لیے راضی کر لیا۔ کافی عرصے تک وہ نظم اور نثری تحریروں کے ذریعے اس پرچے سے متعلق رہا اور اس کی تحریر کی کاٹ پڑھنے والوں کے ذوق کی تسکین کا ذریعہ بنی رہی۔ اگرچہ اس سے ہفتہ وار کالم لکھوانے کے لیے ہمیں اس کے گھر کئی کئی چکر لگانے پڑتے تھے۔ پانچ برس قبل جب ہم نے ''ایکسپریس'' میں لکھنا شروع کیا تو ہم ایک دفعہ پھر اس کے گھر گئے اور اس کو ایکسپریس میں ہفتہ وار لکھنے پر اُکسایا وہ فوراً تیار ہو گیا بلکہ بہت خوش بھی ہوا۔ مگر ہمارے بار بار فون کرنے اور ایک دو دفعہ چکر لگانے کے باوجود اس نے لکھ کر کچھ نہیں دیا۔ بالآخر ہم نے یہ کوشش ترک کر دی۔ [۵]

روزنامہ ''مساوات'' ۲۷ جولائی ۱۹۷۰ء میں لاہور سے جاری ہوا تو اس کی اسی اشاعت میں منیر نیازی نے ''خواب و خیال'' کے عنوان سے کالم لکھا لیکن یہ سلسلہ بھی چل نہ سکا۔ سرور سکھیرا نے ۱۹۷۳ء میں ماہنامہ ''دھنک'' لاہور سے جاری کیا تو منیر نیازی نے اس کے لیے بھی کالم لکھے۔ اِن کالموں کے عنوانات کی تفصیل بہ زمانی ترتیب حسبِ ذیل ہے:

کالم کا عنوان		سن اشاعت
۱۔	خواب و خیال	مئی ۱۹۷۳ء
۲۔	"	جون ۱۹۷۳ء
۳۔	"	جولائی ۱۹۷۳ء
۴۔	"	اگست ۱۹۷۳ء

۵۔	"	ستمبر ۱۹۷۳ء
۶۔	"	اکتوبر ۱۹۷۳ء
۷۔	"	نومبر ۱۹۷۳ء
۸۔	"	دسمبر ۱۹۷۳ء
۹۔	خواب و خیال۔ دو بھائیوں کا قصہ	جنوری ۱۹۷۴ء
۱۰۔	خواب و خیال۔ اُس بے وفا کا شہر ہے اور ہم ہیں دوستو!	فروری مارچ ۱۹۷۴ء
۱۱۔	لمبی چپ اور تیز ہوا کا شور	مئی ۱۹۷۴ء
۱۲۔	قصہ کراچی کے سفر کا	جون ۱۹۷۴ء
۱۳۔	مجید امجد کی موت پر	جولائی ۱۹۷۴ء
۱۴۔	خواب و خیال	اگست ۱۹۷۴ء
۱۵۔	خواب و خیال	اکتوبر ۱۹۷۴ء
۱۶۔	ذکر یاران کراچی	فروری ۱۹۷۵ء
۱۷۔	میں اور شہر	مارچ ۱۹۷۰ء
۱۸۔	خواب و خیال	جون ۱۹۷۵ء
۱۹۔	بلاعنوان	اگست ۱۹۷۵ء
۲۰۔	"	ستمبر ۱۹۷۵ء
۲۱۔	خواب و خیال	اکتوبر ۱۹۷۵ء
۲۲۔	بلاعنوان	نومبر ۱۹۷۵ء
۲۳۔	"	دسمبر ۱۹۷۵ء، جنوری ۱۹۷۶ء
۲۴۔	باتیں منیر نیازی کی	دسمبر ۱۹۷۷ء، جنوری ۱۹۷۸ء
۲۵۔	بلاعنوان	نومبر ۱۹۸۷ء
۲۶۔	خواب و خیال	دسمبر، جنوری ۱۹۷۹ء

۱۹۹۲ء میں سردار اے ایم کے مزاری اور عبدالقادر حسن نے ایک ہفت روزہ ''آواز جہاں'' لاہور سے جاری کیا۔ منیر نیازی اس پرچے میں ''شہرنما'' کے عنوان سے کالم لکھتے رہے۔ اِن کالموں کا غالب رجحان منیر نیازی کے بیرون ملک سفر؛ چین، ناروے

اور نیاگرا کی یادداشتوں پر مبنی ہے۔ اگرچہ ان کالموں کو سفرنامے کی صنف میں بھی رکھ کر دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن یہ کالم سفرنامے کی صنف کے تقاضوں پر پورا نہیں اُترتے۔۱۹۹۳ء میں روزنامہ ''جنگ'' لاہور میں منیر نیازی کے کالم شائع ہوتے رہے۔ ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

کالم کا عنوان	سن اشاعت
۱۔ کچھ باتیں ان کہی رہنے دو	۱۲ جنوری ۱۹۹۳ء
۲۔ ٹوٹا مکالمہ	۱۸ جنوری ۱۹۹۳ء
۳۔ متفرقات	۲۷ جنوری ۱۹۹۳ء
۴۔ مہنگائی، کمانے والے ہاتھ اور پولیس	۱۰ فروری ۱۹۹۳ء
۵۔ زمانے کو کیا ہوتا جا رہا ہے	۲۲ فروری ۱۹۹۳ء
۶۔ ذرا اسلام آباد تک	۱۰ اپریل ۱۹۹۳ء
۷۔ متفرقات	۲۰ اپریل ۱۹۹۳ء
۸۔ جھٹکے	۳۰ اپریل ۱۹۹۳ء
۹۔ سفرنامہ نگاروں کی حسینہ	۱۲ مئی ۱۹۹۳ء
۱۰۔ فلمیں اور دلچسپ بھکاری	۱۶ مئی ۱۹۹۳ء
۱۱۔ آصف زرداری کی مجلس دیکھنے کا شوق	۲۲ مئی ۱۹۹۳ء
۱۲۔ شہر خوشیوں اور اندیشوں کے درمیان	۲ جون ۱۹۹۳ء
۱۳۔ شیر لا کر جلسے کی رونق بڑھانا اچھی روایت نہیں	۱۱ جون ۱۹۹۳ء
۱۴۔ کشمیر اور بجلی کی طرح آتی جاتی حکومتیں	۱۳ جون ۱۹۹۳ء
۱۵۔ ٹٹوؤں کو رگڑ رگڑ کر گھوڑے بنانے کی کوشش	۲۳ جون ۱۹۹۳ء
۱۶۔ فائیوسٹار ہوٹل میں گھوڑوں کے نگراں کو دیکھا	۳۰ جون ۱۹۹۳ء
۱۷۔ لوٹے، جمہوریت، سرمایہ دار	۷ جولائی ۱۹۹۳ء
۱۸۔ ہر ٹولی کا اپنا اپنا ہیرو اور اس کی تعریفیں	۱۲ جولائی ۱۹۹۳ء
۱۹۔ خاص وضع اور سج دھج کا آدمی سیف الدین سیف	۱۴ جولائی ۱۹۹۳ء
۲۰۔ نمبر۲ مشاعرے، شاعروں کی تذلیل انتخابات اور جمہوریت	۱۶ جولائی ۱۹۹۳ء

۲۱۔ شناسائی، سیاست اور ایک نیا ادبی رسالہ	۲۴ جولائی ۱۹۹۳ء
۲۲۔ بارش کے مصائب اور چودھری حبیب اللہ	۳۰ جولائی ۱۹۹۳ء
۲۳۔ ذرا مظفر آباد تک	۷ اگست ۱۹۹۳ء
۲۴۔ کوئٹہ کا مشاعرہ اور غلط فہمیوں کے نتائج	۱۳ اگست ۱۹۹۳ء
۲۵۔ انتخابات کی گہما گہمی	۲۵ اگست ۱۹۹۳ء
۲۶۔ باخبر مجرم تبادلے اور افیونی شیر	۲۸ اگست ۱۹۹۳ء
۲۷۔ پانی کی ٹنکی اور چھپکلیاں	۴ ستمبر ۱۹۹۳ء
۲۸۔ دہشت زدہ بلی اور غضبناک چوہا	۱۶ ستمبر ۱۹۹۳ء
۲۹۔ بسوں کی ناگفتہ حالت اور رکشاؤں کے برق رفتار میٹر	۲ اکتوبر ۱۹۹۳ء
۳۰۔ طویل تحریریں، تقریریں اور رپورٹر	۱۸ اکتوبر ۱۹۹۳ء
۳۱۔ فیصلے کے اسباب	۲۸ اکتوبر ۱۹۹۳ء
۳۲۔ بمبئی کا مشاعرہ اسلام آباد اور چندی گڑھ	۶ نومبر ۱۹۹۳ء
۳۳۔ جرائم پولیس اور نئی بستیاں	۱۷ نومبر ۱۹۹۳ء
۳۴۔ خالی خزانے کا سانپ	۲۳ نومبر ۱۹۹۳ء
۳۵۔ بے روزگاری کی کھیپ	۲۷ نومبر ۱۹۹۳ء
۳۶۔ حق ہمسائیگی	۳ دسمبر ۱۹۹۳ء
۳۷۔ اللہ کریسی	۱۰ دسمبر ۱۹۹۳ء
۳۸۔ رائٹرز گلڈ کے انتخابات، ٹریفک کا رش اور دخل در معقولات	۱۹ دسمبر ۱۹۹۳ء

مذکورہ تمام کالم متنوع الجہات اور ندرتِ فکر کے حامل تھے۔ ان کالموں کی موضوعاتی تقسیم کی جائے تو اس میں بعض کالم ایسے ہیں جنھیں مختلف شخصیات کا خاکہ کہہ سکتے ہیں اور بعض کالم سفرناموں کا درجہ رکھتے ہیں جن میں اُنھوں نے اندرون ملک اور بیرون ملک کیے جانے والے اسفار کا احوال پیش کیا ہے۔ ان کی کالم نگاری کی بنیادی فکر و ساخت سے آگہی سے قبل، کالم نگاری کی مبادیات کا مطالعہ ضروری ہے۔ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اپنی کتاب ''فنِ صحافت'' میں کالم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ہر اخبار میں کچھ مستقل عنوان ہوتے ہیں۔ بعض کے تحت خبریں، اعلانات یا معلومات پیش کی جاتی ہیں اور بعض کے نزدیک مزاحیہ، دینی، طبی، سائنسی، اور پس منظری مواد دیا جاتا ہے۔ مؤخرالذکر عنوانات کو صحافتی اصطلاح میں کالم یا خصوصی کالم کہتے ہیں اور لکھنے والے کے لیے کالم نویس یا کالم نگار کی اصطلاح رائج ہے۔ کالم نویس چاہے تو اپنا

اصلی نام دے دے، چاہے تو قلمی نام اختیار کرے۔[۶]

اس اقتباس کی روشنی میں دیکھا جائے تو منیر نیازی کے کالم، پس منظری مواد کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ، ایک مستقل عنوان، اور منفرد اسلوب کے حامل ہیں۔ ان کے کالموں کا مطالعہ کیا جائے تو وہ اپنے عہد کی نہ صرف ادبی صورتِ حال کو پیش کرتے ہیں بلکہ ادب، خبروں پر تبصرے اور ان کی تہ داری کے تجزیے کی بدولت، عصری ادبی تاریخ بھی مرتب کرتے ہیں۔ یہ کالم ۱۹۵۰ء سے ۱۹۸۰ء تک کے اہم ادبی واقعات، تحریکوں، اداروں اور شخصیات کی تحقیقی و تنقیدی دستاویز ہیں۔ ادبی کالموں کے علاوہ انھوں نے معاشرتی رویوں، جکڑ بندیوں، منافقتوں، ریاکاریوں اور فریب کاریوں کے حوالے سے مختلف تمثیلی، اساطیری اور مکاشفانہ واقعات کو بھی پیش کیا ہے جو اردو کالم نگاری میں ایک اضافہ ہیں۔ منیر نیازی کے کالموں کی موضوعات کے حوالے سے تقسیم یوں کی جاسکتی ہے؛اول:ادبی و فکاہیہ کالم، دوم: ثقافتی کالم، سوم: معاشرتی کالم

ادبی کالموں میں ادبی مسائل، ادیبوں کے مسائل، اور ادبی سرگرمیوں کی رپورٹ وغیرہ کو شامل کیا جاتا ہے۔ ادبی کالم نگاری کی اپنی ایک روایت ہے مثلاً مرزا ادیب ''ذکر و اذکار'' کے عنوان سے لکھتے رہے۔ دیگر لکھنے والوں میں عطاالحق قاسمی، ناصر بشیر، ڈاکٹر انور سدید، اصغر ندیم سید، جمیل الدین عالی، حسن رضوی، مستنصر حسین تارڑ وغیرہ اہم ہیں۔ منیر نیازی، جن اخبارات سے وابستہ ہوئے، ان میں ادبی کالم نگاری کا رجحان ہی غالب رہا۔ ان کے ادبی کالموں میں جو پہلو اہم ہیں ان میں ادبی خبروں پر تبصرے، نئی کتابوں کی اشاعت کی خبریں، شعراء کا تعارف، ادبی گروہوں کے رویوں کے مابہ الامتیاز کی نقش گری، مختلف ادبی شخصیات کی زندگی کے اہم واقعات سے پردہ کشائی، اشعار کے حوالے، شخصیات اور اداروں کے رویوں پر طنز و مزاح کا اسلوب نمایاں ہیں۔ انھوں نے جن شخصیات کو اپنے کالموں میں زیادہ جگہ دی ان میں مجید امجد، سعادت حسن منٹو، انتظار حسین، دیویندر ستیارتھی، قدرت اللہ شہاب، ن۔م۔راشد، فیض احمد فیض، ظفر اقبال، شہزاد احمد اور ثروت حسین وغیرہ شامل ہیں۔ منیر نیازی اپنے کالم ''لاہور لاہور ہے'' میں سعادت حسن منٹو کی بیماری کی حالت میں ہسپتال میں ان کی کیفیت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

> منٹو صاحب اگست کے وسط کے قریب جگر کی انتہائی خرابی کی وجہ سے ہسپتال میں داخل کر دیے گئے تھے حالت انتہائی نازک تھی۔ کئی بار تو ان کی وفات کی خبر بھی اڑی۔ ان کا جگر شراب نوشی کی کثرت سے خرابی کی آخری سٹیج پر تھا...... پہلی بار جب میں ان کی بیماری کی اطلاع پا کر ہسپتال گیا تو اس وقت نیم بیہوشی کی حالت میں تھے......ان کا بستر سیالکوٹ وارڈ (میو ہسپتال) میں داخل ہوتے ہی دائیں طرف سے پہلے تھا......تھوڑی دیر بعد مجھے پہچان کر انھوں نے آنکھ کھولی اور مجھ سے پوچھا ''تمھیں اب خبر ہوئی ہے'' ان کے لہجہ میں طنز تھا یا ایک سیدھا سادا پن...... دوسری بار میرے ساتھ قیوم نظر اور سلیم طاہر تھے۔ وہ سوئے پڑے تھے۔ ہم نے ذرا ہلایا تو بڑی آہستگی سے آنکھیں کھولیں اور ہمیں دیکھ کر بتایا میں ابھی ابھی تیف میں پھر رہا تھا۔ میں ماسکو بھی گیا لیکن اسٹیشن پر ٹکٹ نہ ہونے کی وجہ سے پکڑا گیا وہاں سے مجھے پاکستانی سفارتخانے میں پہنچا دیا گیا۔[۷]

اس اقتباس میں منیر نیازی اور سعادت حسن منٹو کے تعلق خاطر کے ساتھ منٹو کی آخری دنوں کی حالت، منٹو کی خوابوں میں تخیل پروازی اور کسمپرسی و کیفیات کے بیانیے کا عمدہ اظہار ہے۔ منٹو اور منیر نیازی کا کافی قریبی تعلق رہا۔ جب منیر نیازی ۱۹۵۲ء میں

لاہور تشریف لائے تو ان کی ملاقاتیں منٹو سے رہیں دیگر کالموں میں حلقہ ارباب ذوق کے اجلاس کی کارروائیوں کے بیان میں منٹو اور منیر نیازی کی سرگوشیوں کا انداز بھی ملتا ہے۔ایک کالم سے ان سرگوشیوں کی مثال دیکھیے:

مقالے کے بعد قیوم نظر صاحب نے گیت پڑھا۔گیت خوبصورت تھا مگر اس میں طبلے،طنبورے،کنگورے جیسے الفاظ بڑی کثرت سے استعمال کیے گئے تھے جو گیت کی فضا میں بہت اجنبی معلوم ہوتے تھے۔منٹو صاحب نے آنکھ بچا کر مجھ سے کہا ''کنکھجورے کا قافیہ کیوں چھوڑ دیا۔[۸]

اس اقتباس سے منیر نیازی اور منٹو کی دوستی و بے تکلفی واضح ہے اس کے ساتھ ساتھ منٹو کی حس مزاح کا انداز بھی نمایاں ہے۔ وہ اپنے کالموں میں ٹی وی پروگراموں کے اہم بیانات کو بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً امرتسر ٹی۔وی کے ایک پروگرام میں، کرشن چندر کے بیان میں راشد کے کم گو ہونے کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

عجیب بات ہے کہ دہلی ریڈیو سٹیشن پر ان کے ساتھ کام کرنے والے دوستوں کو بھی راشد کے بارے میں کوئی خاص یا دلچسپ واقعہ یاد نہیں تھا۔ جیسے یہ شاعر تمام عمر لوگوں سے گھبرایا اور الگ تھلگ رہا۔ اس نے اپنے دل کی بات کسی سے نہیں کی۔ راشد نے اپنی نعش کو جلائے جانے کی وصیت کیوں کی اس بارے میں کرشن چندر کا خیال تھا کہ ''دلی کے قیام کے زمانے میں انھیں ایک پارسی لڑکی سے عشق ہو گیا تھا''یعنی ہوسکتا ہے راشد نے ایک زرتشتی عورت سے محبت کے وسیلے سے اس کے دین کو قبول کرلیا ہو شعوری یا غیر شعوری طور پر۔ مجھے شہریار راشد کی بات یاد ہے اس نے ایک بار مجھ سے کہا تھا'' آپ کو پتہ ہے زندگی میں پہلی بار آپ کے وسیلے سے میرا اپنے والد سے ڈائیلاگ ہوا ہے۔[۹]

ماہ نامہ نصرت میں ''منوچہر'' کے نام سے شائع ہونے والے ادبی کالموں کی یہ خاصیت ہے کہ ان میں منیر نیازی کے عہد کے شعرا کا کلام بھی ملتا ہے۔ جو اُن کے دوسرے اخبارات میں شائع ہونے والے کالموں میں نہیں ہے۔ ان میں شہرت بخاری ، احمد مشتاق ،غلام ربانی تاباں،مبارک احمد،سجاد باقر رضوی،جعفر شیرازی،ظہیر کاشمیری، اسلم انصاری، ناصر کاظمی، غالب احمد،عباس اطہر، گوہر ہوشیار پوری،صدیق افغانی ،محمد سلیم الرحمٰن ،ظفر اقبال اور علاؤالدین کلیم کا کلام شامل ہے۔جن شعراء کی جو نظمیں ان کالموں میں درج ہیں،ان میں مجید امجد کی پنجابی نظم ''ایئر پورٹ تے'' ، عباس اطہر کی ''آندھی نہیں آئے گی'' ، ن۔م۔راشد کی ''تعارف'' ،مبارک احمد کی ''تجربے سے فن تک'' ذوالفقار احمد کی ''آسمان کے لیے ایک نظم'' ، تبسم کاشمیری کی ''سوچ''، گوہر نوشاہی کی ''سفر درد''، افتخار جالب کی ''سیاہی سے چیزیں بناتا ہوں'' کے علاوہ زاہد ڈار اور محمد سلیم الرحمٰن کی نظمیں شامل ہیں۔ ان شعراء اور ان کی نظموں کی فہرست دینے سے مقصود یہ ہے کہ منیر نیازی کے کالم انفرادیت کے حامل ہونے کے ساتھ، شاعری سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لیے شعراء کا تازہ کلام بھی پیش کرتے تھے۔منیر نیازی نے ادبی کالموں میں شعراء کے لڑائی جھگڑوں اور تنازعات پر بھی تبصرے کیے ہیں مثلاً احمد مشتاق کے حوالے سے ایک کالم میں لکھتے ہیں:

احمد مشتاق کی انتظار حسین اور ناصر کاظمی بلکہ سبھی سے بول چال بند ہے اور وہ قطار سے بچھڑی ہوئی کونج کی طرح ادھر ادھر مارا مارا پھر رہا ہے۔ وہ سب دوستوں سے بھرپایا ہے اور اس کی نظموں اور غزلوں میں اس صورت حال کا نمایاں سراغ ملتا ہے۔ ویسے انتظار حسین کا کہنا ہے کہ احمد مشتاق تنہائی کے احساس کو طاری کرنے کی شعوری کوشش

کر رہا ہے۔[۱۰]

انھوں نے ادبی کالم نویسی میں شعراء کے تعارف کے ساتھ، ان کے ادبی گروہوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ ان کے کالموں میں لاہور کراچی اور منٹگمری (ساہیوال) کے شعرا کا ذکر زیادہ ہے۔ شعرا کے مجموعوں، غزلوں اور نظموں کے موضوعات پر بھی بحث کی ہے۔ اس کے ساتھ بہت سے شعراء کو طنز کا نشانہ بھی بنایا ہے۔ مثلاً میراجی گروپ کے ذکر میں مبارک احمد اور قیوم نظر کو موضوع بناتے ہیں۔ منٹگمری (ساہیوال) کے شعرا میں مجید امجد، ظفر اقبال، جعفر شیرازی، بشیر احمد بشیر، ناصر شہزاد مراتب اختر اور اکرم خاں قمر پر تبصرہ کرتے ہیں۔ افتخار جالب کا ذکر کہیں آیا تو ان کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ شخصیات کو بھی زیر بحث لاتے ہیں مثلاً ان کی ناپسندیدہ شخصیات، اختر شیرانی، وزیر آغا اور بلراج کومل کو، ان کے لیے'' زہر شخصیات'' سمجھتے ہیں۔ شاعروں کے تعارف کے ساتھ ان کے گروہ کی تفصیل کے بیان کی مثال ملاحظہ ہو:

> ادبی دنیا میں دو نام ہمیشہ گڈمڈ ہو جاتے ہیں سلیم الرحمٰن اور محمد سلیم الرحمٰن۔ آیئے آپ کو ان سے تھوڑی سی جان پہچان کراتا ہوں سلیم الرحمٰن ڈاکٹر ہیں اور ان دنوں مزید تربیت کے سلسلے میں باہر گئے ہوئے ہیں۔ شکل و شباہت کے لحاظ سے آپ انھیں انجم رومانی جونیئر کہہ سکتے ہیں۔ لاہور میں ان کے گہرے اور پرخلوص دوستوں کا حلقہ موجود ہے جن میں افتخار جالب، انیس ناگی، زاہد ڈار، عبدالحق اور سید سجاد وغیرہ شامل ہیں۔ محمد سلیم الرحمٰن سویرا، نصرت (اور اب ادب لطیف) سے باہر لکھتے ہی نہیں۔ ''سویرا'' کے تازہ شمارے میں ان کی سترہ نظمیں شامل ہیں شروع شروع میں یہ صرف ترجے والے محمد سلیم الرحمٰن تھے مگر ساتھ ساتھ شاعر بھی ہو گئے۔ خاموش اور الگ تھلگ رہنے والے آدمی ہیں۔ ان کا حلقہ احباب حنیف رامے، منیر نیازی، ناصر کاظمی، انتظار حسین، شیخ صلاح الدین، پیرزادہ احمد شجاع اور صلاح الدین محمود تک محدود ہے۔[۱۱]

نئی کتابوں کی اشاعت کی خبریں بھی، ان کے کالموں میں شامل ہوتی تھیں۔ مثلاً سلیم الرحمٰن کی ''شام کی دہلیز'' سلیم کاشر کی ''تتلیاں چھانواں'' ناصر کاظمی کی ''پہلی بارش''، شادامرتسری کی ''داغ فراق'' احمد سعید کے افسانوی مجموعہ ''انسان گھوڑا اور اس کا خدا'' ڈاکٹر اصلاح الدین اکبر کے ناول ''انسان'' عباس اطہر کے مجموعہ کلام'' دن چڑھے دریا چڑھے'' وغیرہ کا ذکر اہم ہیں۔ فیض پر شائع ہونے والی کتاب پر بے لاگ تبصرہ دیکھیے:

> فیض کے بارے میں ڈاکٹر ایوب مرزا کی کتاب ''ہم کہ ٹھہرے اجنبی'' بھی پڑھی۔ فیض صاحب ایک نئے تناظر میں نظر آئے ان کے چپ رہنے کی عادت سے جو غلط فہمیاں ان کے بارے میں رہتی ہیں اس کتاب کے پڑھنے سے دور ہوتی ہیں۔ ایوب مرزا کی تحریر مروجہ بندھے بندھائے اسالیب سے مختلف ہے یہی خامی اس تحریر کی خوبی ہے۔[۱۲]

منیر نیازی کے ان کالموں کی بنیادی خصوصیت ان کا فکاہیہ پہلو ہے۔ فکاہیہ کالم ضروری نہیں صرف ادبی ہی ہوں بلکہ ان میں سیاسی وسماجی موضوعات اور مسائل کے بیان میں ہلکا پھلکا اور بے تکلفی سے مملو، اسلوب نمایاں ہوتا ہے۔ سیاست اور سماج کے یہ غیر متوازن رویے، ادب میں بھی نظر آتے ہیں۔ ادبی مسائل اور ادیبوں کے رویوں کی غیر متوازی شکل کو مزاح اور طنز کے روپ میں ڈھال کر فکاہیہ کالم بھی لکھے گئے ہیں۔ فکاہیہ کالموں میں طنز و مزاح کے ساتھ تحریف نگاری بھی نظر آتی ہے۔ فکاہیہ کالموں میں بھی

وہی حربے استعمال ہوتے ہیں جو مزاح میں مستعمل ہیں مثلاً مبالغہ، تکرار، صورتِ واقعہ، رعایتِ لفظی، پھبتی، رمزیہ انداز، بذلہ سنجی، اور مزاحیہ شخصیات کا ذکروغیرہ۔ فکاہیہ کالموں کا اندازِ بیاں براہ راست بھی ہوسکتا ہے اور تمثیلی بھی۔منیر نیازی کے ہاں یہ دونوں اسالیب موجود ہیں۔اردو میں، فکاہیہ کالموں کے غالب رجحان کی بابت ڈاکٹر عبدالغفار کو کب لکھتے ہیں:

فکاہیہ کالموں میں کالم نگار بات کا آغاز کرنے کے لیے کسی خیال، سیاسی بیان یا اخباری خبر کا سہارا لیتا ہے اور پھر وہ اس پس منظر میں خیالات کا تانا بانا بن کر اس کے دوسرے لطیف پہلو دریافت کرتا چلا جاتا ہے۔[۱۳]

منیر نیازی کے ہفت روزہ سات رنگ میں ''آس پاس'' کے عنوان سے شائع ہونے والے کالم، ادبی کے ساتھ سیاسی اور سماجی رویوں کے تضاد پر طنز ومزاح کی شکل میں سامنے آتے ہیں۔ اسی طرح ماہ نامہ نصرت میں خالصتاً ادبی فکاہیہ کالم نظر آتے ہیں اس کے بعد شائع ہونے والے کالموں میں سماجی اور معاشرتی فکاہیہ کالموں کی صورت زیادہ نمایاں ہے۔منیر نیازی اپنے کالموں میں چٹکلوں اور لطیفوں کا استعمال بھی کرتے رہے جس میں تضاد، موازنہ اور مبالغے کی شکلیں نظر آتی ہیں۔کالم ''آس پاس'' میں اصول کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''اصول کس لیے بنائے جاتے ہیں؟''

اس لیے کہ مناسب موقع دیکھ کر انھیں توڑ دیا جائے۔''[۱۴]

''ایک مثال'' کے تحت لکھتے ہیں۔

'' لمبے آدمی ایک چہار منزلہ عمارت کی طرح ہوتے ہیں جن کا سب سے اوپر والا کمرہ تقریباً خالی ہوتا ہے۔''[۱۵]

''انہماک'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''کتابوں کی ایک دوکان پر چندلڑکیاں بڑے انہماک سے کتابیں دیکھ رہی تھیں اور کتابوں کی دکان کا منیجر بڑے انہماک سے انھیں دیکھ رہا تھا۔''[۱۶]

رفتارِ زمانہ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''سرگودھے کے ایک گاؤں کی ڈسپنسری کے انچارج ایسے صاحب ہیں جو اس سے پہلے اسی گاؤں کی مسجد کے امام ہوا کرتے تھے۔''[۱۷]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''ایک جاہل دوسرے جاہل کو سمجھا رہا تھا کہ جہالت نے اس ملک کا بیڑا غرق کرکے رکھ دیا ہے۔''[۱۸]

اس سے ملتا جلتا بیان دیکھیے:

دو بیوقوف فرطِ عقیدت سے سرجھکائے دیر تک ایک عقلمند آدمی کی باتیں سنتے رہے اس کے جانے کے بعد دونوں نے مسکرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور بولے...... سر دکھا دیا ہے بدبخت نے۔[۱۹]

ان مثالوں میں اختصار کی خصوصیت نے چٹکلوں اور لطیفوں میں معنویت پیدا کردی ہے خاص طور پر جن جملوں کے عنوانات رکھے گئے ہیں۔ ان کی معنویت ان عنوانات میں ہی پوشیدہ ہے۔مختصر جملوں اور واقعات کے بیان سے مزاح تخلیق کرنے کے ساتھ انھوں نے تحریف نگاری کے حربے سے بھی مدد لی ہے۔ مثال دیکھیے:

''ایک زخم خوردہ جماعت کے شاعروں کے دکھ سننے اور ایک مقامی مشاعرے کے بارے میں عدم کا ایک ترمیم شدہ شعر:

اے عدم احتیاط لازم ہے
لوگ حاجی بشیر ہوتے ہیں''[۲۰]

حاجی بشیر احمد بشیر منٹگمری (ساہیوال) کے شاعر تھے۔ اس شعر میں ان پر طنز کی گئی ہے بہت سے شعراء حاجی بشیر کے رویوں سے تنگ رہتے تھے۔ اور ان کے ایسے رویوں کی ہی عکاسی اس تحریف شدہ شعر میں کی گئی ہے۔ بات سے بات پیدا کرنا فکاہیہ کالم کی اہم خصوصیت ہے۔ اس کی عمدہ مثالیں منیر نیازی کے کالموں میں بھی نظر آتی ہیں۔ ان کا اندازِ تحریر یہ ہے کہ جس موضوع پر کالم تحریر کرنا ہے اس کے حوالے سے آغاز، استدلال اور قطعیت کے اسلوب میں کرتے ہیں اس کے بعد بات سے بات پیدا کرتے ہوئے مختلف واقعات اور کہانیوں کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں۔مختلف معاشرتی یا اخلاقی رویوں اور عادتوں مثلاً شک، مبالغہ، جھوٹ، حسد، لالچ اور محبت کے بیان میں کالم کا آغاز اپنے نقطہ نظر سے آگاہ کرنے کے بعد اس کے حوالے سے مختلف واقعات جو اخلاقیات پر مبنی ہوتے ہیں، پیش کرتے ہیں۔ اس کے لیے انھوں نے مختلف بزرگوں کے اقوال اور قرآن مجید کی مختلف سورۂ پاک کے حوالے بھی دیے ہیں مثلاً انھوں نے بعض کالموں کا آغاز سورۃ الشعرا اور سورۃ ضحیٰ کی آیات کے ترجموں سے بھی کیا ہے۔ ماہ نامہ نصرت لاہور کے شمارہ دسمبر ۱۹۶۳ء کے کالم کا آغاز سورۃ ابراہیم اور النحل کی آیات کے ترجمہ سے کیا ہے۔ اِسی طرح بعض کالموں کا آغاز قطعی جملے یا قول سے کرتے ہیں۔ مثلاً ایک کالم کا آغاز اس جملے سے کرتے ہیں، جو جلی حروف میں لکھا گیا تھا،''کسی آدرش کے بغیر عمل، ایک تھکا دینے والا فعل ہوتا ہے۔''[۲۱] مشاعروں کے احوال کے بیان میں ایک کالم کا آغاز، اس طرح کرتے ہیں:

ہر نظر یہ حیات کی طرح ہر ادارہ اپنے ترجمانوں اور وضاحت کرنے والوں کی معرفت بامعنی یا بے معنی بنتا ہے۔ مشاعرہ اپنے معاشرے میں علم کی تبلیغ کا ایک خوب صورت وسیلہ بن سکتا تھا جو بے معیار منتظموں اور بوسیدہ طرزِ فکر کے وارث شعرا کی بدولت ایک پامال اور بے روح خیال کو پھیلانے کا ذریعہ بن گیا ہے...... اب محض ایک رسم ہے کسی اصل کی نقل، کسی زندہ چیز کا بھوت۔ پچھلے دنوں میں بھی چند مشاعروں میں شریک ہوا۔[۲۲]

آخری جملے میں واحد متکلم کا استعمال بھی فکاہیہ کالم کی خوبی ہے۔ فکاہیہ کالم نگاری میں، استدلال کی نسبت ذاتی احساسات و جذبات کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس میں واحد متکلّم یا جمع متکلّم، ذات کے اظہار کا براہ راست طریقہ ہوتا ہے۔بعض اوقات براہ راست مخاطب کے لیے ''صاحبو'' جیسے الفاظ کا استعمال بھی ہوتا ہے۔ واحد متکلّم کے بیانیہ کے باعث ہی کالموں میں کالم نگار کی شخصیت اور ذاتی زندگی کے واقعات بھی جگہ حاصل کر لیتے ہیں۔منیر نیازی کے کالموں میں یہ کیفیت بکثرت نظر آتی ہے۔مثلاً

راولپنڈی میں بیگم سرفراز اقبال کا گھر میری پناہ گاہ ہے! ہوٹل میں ہمیشہ میں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہوں۔ شہروں

میں میرے لیے اتنی چاہت ہے اور اتنے لوگ مجھے ملنے آ جاتے ہیں کہ ان کے شوق کا جواب دیتے دیتے میں خود خرچ ہو جاتا ہوں۔[۲۳]

منیر نیازی کے ان فکاہی کالموں میں طنز کے وار بھی عمدہ پیرائے میں نظر آتے ہیں۔ ادبی شخصیات، ادبی گروہ، اور ادبی ادارے ،ان کے طنز کا نشانہ بنتے ہیں۔ ادبی شخصیات میں شاید کوئی ایسا ادیب ہو گا جس کا تذکرہ ان کے کالم میں ہوا ہو اور اس پر جملہ چست نہ ہوا ہو۔ ادبی شخصیات پر طنز کے یہ نمونے زیادہ تر جملہ بازی کے زمرے میں آتے ہیں۔ البتہ رائیٹرز گلڈ پر ان کے شدید حملے ،ان کے کالموں کا خاصا نظر آتے ہیں۔طنز کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

۱۔ساقی فاروقی نے چاہا تھا کہ ضیاء جالندھری اس پر مضمون لکھیں۔ ضیا جالندھری عدیم الفرصتی کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔

۲۔ساقی فاروقی نے آٹھ دس اکٹھی نظمیں بڑے دعوے کے ساتھ انھیں سنائیں۔ ضیا نے یہ نظمیں پھاڑ دیں اور ساقی سے مزید اچھی سی نظمیں لکھ کر لانے کے لیے کہا۔

یہ دو بڑی وجوہات تھیں۔ ساقی فاروقی اور حلقہ ارباب ذوق کراچی کے نزاع کی۔ ورنہ ساقی فاروقی تو ضیا صاحب کے کہنے کے مطابق یوں ان کے ساتھ پھرتا تھا جیسے بچہ اپنی ماں کے ساتھ۔[۲۴]

ان کے ادبی کالموں میں ثقافتی کالموں کے عناصر بھی ملتے ہیں اور ثقافتی کالموں میں مختلف تقریبات کی رپورٹس ، ادبی سرگرمیوں، ادبی تنظیموں کے ہفتہ وار اجلاس کی رپورٹیں، علمی تقریبات کی رپورٹیں، مختلف ٹی وی پروگراموں کے اہم نکات کی رپورٹنگ وغیرہ شامل ہیں۔مختلف مشاعروں کی روداد یں بھی ثقافتی کالموں میں شمار ہوتی ہیں۔ انھوں نے کراچی اور لاہور میں ہونے والے بہت سے مشاعروں کا احوال اپنے کالموں میں پیش کیا ہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور کی مجلس اقبال، گورنمنٹ اسلامیہ کالج لاہور کی ادبی مجالس اور حلقہ ارباب ذوق کے ہفتہ وار اجلاس کی مختصر کارروائیاں بھی بیان کی ہیں۔

معاشرتی کالموں میں انھوں نے معاشرتی خرابیوں، کوتاہیوں اور جکڑبندیوں کے حوالے سے بہت سی اخلاقی حکایات اور واقعات کو پیش کیا ہے۔ اس کے لیے انھوں نے ''تذکرہ غوثیہ'' میں شامل واقعات سے اخذ و استفادہ کیا ہے۔'' تذکرہ غوثیہ'' کو بطور ماخذ بنانے کے حوالے سے ڈاکٹر یونس جاوید لکھتے ہیں:

وہ صبح سے شام تک کانٹوں پہ چل چل کر، کبھی اس سے مل ،کبھی اس سے مل، کوئی قصہ کوئی لطیفہ، کوئی واقعہ، خبر، حیرت میں ڈوبا کوئی لفظ یا اس کا نیا زاویہ____ اس کی یہ حالت دیکھ کر اپنی بے بسی کا احساس شدت اختیار کر جایا کرتا۔ پھر ہمارے ہاتھ ''تذکرہ غوثیہ'' لگا تو کسی نے منیر نیازی کے حوالے کر دیا۔[۲۵]

ان کے کالموں میں ایک خامی بھی کھٹکتی ہے وہ یہ کہ ان کے بہت سے کالموں میں واقعات دہرائے جاتے رہے ہیں۔ معاشرتی زندگی میں میلوں کی اہمیت، مکان اور مکین کا باہمی ربط، تہذیبی فلموں کی نمائش، مزدور کی زندگی کے اوقات، منافقت، سچ کی اہمیت اور ریاکاری کے حوالے سے بہت سے واقعات کو قلم بند کیا ہے یہ واقعات اساطیری نوعیت کے بھی ہیں اور'' تذکرہ غوثیہ'' سے مستعار بھی۔ بعض مقامات پر انھوں نے براہ راست بھی حوالہ دیا ہے مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں'' تذکرہ غوثیہ سے ایک ارشاد:'' اور بعض

جگہوں پر بلاواسطہ حوالے ہیں۔ ماضی کی یادوں میں، آج کے عہد میں تہذیب کی تبدیلیوں کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

''لاہور کے آسمان پر بادل چھائے تو اچانک خیال آیا کہ کوئل کہاں گئی۔ عجیب بات ہے ایک آواز گم ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ایک پورا عہد ناپید ہو جاتا ہے۔''[۲۶]

معاشرے میں مبالغہ کی مختلف صورتوں کا نادر بیان ملاحظہ ہو:

ڈری ہوئی قوم کے ہر اظہار میں مبالغہ ہوتا ہے۔ وہ کھاتی زیادہ ہے۔عورت کا قرب زیادہ چاہتی ہے۔شراب زیادہ پیتی ہے۔ باتیں زیادہ کرتی ہے۔ اونچا بہت بولتی ہے۔ زندگی سے بہت زیادہ ڈرتی ہے۔موت سے بہت زیادہ ڈرتی ہے۔[۲۷]

منیر نیازی کے کالموں کے موضوعاتی تجزیے کے ساتھ اس کے فنی رموز کو دیکھا جائے تو انھوں نے کالموں میں مکالماتی انداز (سوال جواب) منظر نگاری ، لطائف ،تشبیہات، بیانیہ اسلوب، محاوروں کا استعمال،صوتی آہنگ،موازنہ ، رعایت لفظی،لفظی بازی گری، طنز اور تمثیل وغیرہ کا استعمال کیا ہے۔ مکالماتی انداز بہت سے کالموں کا خاصا ہے۔ اس مکالماتی انداز میں سوال جواب کا عنصر غالب ہے۔ اور اس سوال جواب کا مقصود معلومات کی فراہمی کے ساتھ طنز و مزاح کے ہتھیاروں کا استعمال بھی ہے۔ ماہ نامہ نصرت میں شائع ہونے والے بہت سے کالم،سوال جواب پر مبنی ہیں جس میں ایک سے زیادہ ادیب بھی شرکت کرتے ہیں جس میں ان کی پسند و ناپسند کے ذریعے تازہ خبروں کے مضحک پہلو تلاش کرنے کا امر غالب ہے۔ایسی ہی ایک مثال دیکھیے:

''س۔موجودہ عہد کے چار بہترین غزل لکھنے والوں کے نام بتایئے؟

ج۔ ناصر کاظمی،شہزاد احمد شہزاد(ان کی حال ہی میں شادی ہوگئی ہے) احمد مشتاق اور ظفر اقبال ۔

س۔ اور انجم رومانی،شہرت بخاری؟

ج۔ یہ گذشتہ عہد کے لوگ ہیں۔

س۔ اور سلیم احمد؟

ج۔ وہ غزل گو نہیں ہزل گو ہیں......

س۔عسکری صاحب کی شعری پسند کے بارے میں بھی کچھ اطلاع ہو جائے۔

ج۔ جس شخص پر ابھی تک فراق سوار ہے اس کے بارے میں آپ خود اندازہ کیوں نہیں کر لیتے ۔ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں۔''[۲۸]

ان کے کالموں میں منظر نگاری کے نمونے بھی ملتے ہیں مثلاً بعض مناظر، بھکر شہر کے سفر کے دوران کے ہیں اور کچھ کراچی کے سفر کے دوران کے ہیں۔ اسی طرح کچھ سفر بیرون ملک کے ہیں جیسا کہ بنگلہ دیش میں سندربن کے جنگلات کے مناظر اور کہانیاں وغیرہ۔محمد سلیم الرحمٰن کی رہائش گاہ کے قریبی علاقے کی منظر کشی ملاحظہ کیجیے:

محمود بوٹی بند کے ساتھ ساتھ یوکلپٹس کے بے تحاشا بلند درختوں کے عقب میں کہیں ایک ہرے رنگ کی چھوٹی سی جھیل ہے جس کا پلستر اکھڑ چکا ہے اور اس کی درزوں میں گھاس اُگ آئی ہے۔ اس پل پر چڑھتے اور اُترتے ہوئے دل میں ہری جھیل میں ڈوب جانے کا خوف پیدا ہوتا ہے۔[۲۹]

یہ منظر تاثر اور کیفیت کی عکاسی کے لیے بیان ہوا ہے۔محاورہ کی مثال دیکھیے:

اس شمارے میں بیدی صاحب کا ''ٹرمینس سے پرے'' بھی شامل ہے۔ ان دنوں بیدی صاحب کی رال خوب ٹپک رہی ہے۔[۳۰]

الفاظ کے صوتی آہنگ کی مثال دیکھیے:

قدرت اللہ شہاب نے ارشاد کی دکھ بھری داستان نہایت تپاک اور انہاک سے سنی۔[۳۱]

منیر نیازی کے کالموں کا اسلوبیاتی انگ ،سادہ بیانیے سے مملو ہے۔ اس میں ادبی شان کے وسائل کا بھی عمدہ استعمال ملتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے کالم، متنوع خصوصیات کے حامل ہونے کے باعث اپنی انفرادیت رکھتے ہیں۔

منیر نیازی کے کالموں کی کئی جہات ہیں جن میں ادبی، ثقافتی، معاشرتی اور فکاہی کالم کے ساتھ اسفار کے بیان کا کالمی قالب بھی نمایاں ہے۔ انھوں نے اپنے مختلف اسفار کا احوال کالموں کی شکل میں پیش کیا ہے۔اردو میں سفر نامہ نگاری کی روایت میں جن امور کو اس صنف کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ وہ تمام عناصر منیر نیازی کے کالموں میں ملتے ہیں۔ اس نوعیت کے کالموں میں، ان علاقوں کی جغرافیائی، تہذیبی ، معاشرتی اور تاریخی حیثیت کا بیان بھی خوب کیا ہے ۔ دوسرے ممالک کے اسفار میں وہاں کے باشندوں اور تہذیبی ترقی کا اپنے ملک کے باشندوں اور ترقی کی صورت حال سے موازنہ بھی ان کا اہم موضوع رہا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے ڈائری یا روزنامچوں کی تکنیک کی بجائے سادہ بیانیے کی تکنیک کو استعمال کیا ہے۔منیر نیازی نے اپنے ایک کالم میں میانوالی، بھکر اور دریا خان کے جغرافیائی حالات کا بیان کیا ہے ایک مثال دیکھیے:

ریلوے لائن کے دونوں طرف اکادکا کسان ہل چلاتا دکھائی دیتا تھا۔ ہلوں میں بیلوں کی بجائے اونٹ جُتے ہوئے تھے۔ کچے خاکی مکان، اور جنڈ، کریر اور سرس کے پیڑ میانوالی کی مضافاتی وسعت میں حیران حیران اور تنہا تنہا سے دکھائی دیتے تھے۔ میانوالی کے بارے میں میرا خیال تھا کسی اونچی جگہ پر بنا ہوا شہر ہوگا۔ قدیم پر اسرار گلیاں اور پرانے پرکشش مکان۔۔۔ پر ایک صفت جو اس شہر میں مجھے دوسرے شہروں سے الگ نظر آئی، یہ تھی کہ اس کی گلیوں میں صفائی بہت تھی اور اس شہر میں مجھے عورت ذات نہیں دکھائی دی۔[۳۲]

مقتبس کالم میں انھوں نے ان شہروں کے خاص تحفوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ میانوالی کا تحفہ ''کالا بیڑا'' اور بھکر کا خاص تحفہ ''کرنے کا تیل'' ہے۔ یہاں کے ذرائع آمدورفت کو بھی بیان کیا ہے۔انھوں نے میانوالی جانے کے لیے ریل سے سفر کیا تو بھکر سے لاہور واپسی کے لیے گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی بسوں کا انتخاب کیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے ان علاقوں میں ادبی صورت حال کو بھی رقت سے بیان کیا ہے چونکہ ان کے ساتھ مضافاتی ہونے کا سابقہ لگا دیا جاتا ہے لہٰذا یہاں کے موسیقاروں سے ہونے والے سلوک کو یوں بیان کرتے ہیں:

یہاں کے موسیقار جنھیں اپنے منطقوں کی لوک دھنیں اصل صورت میں یاد ہیں۔ راولپنڈی ریڈیو، ٹیلی ویژن جاتے ہیں تو انھیں ملتان اور لاہور جانے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ ادھر جاتے ہیں تو انھیں پھر واپس پنڈی جانے کا۔[۳۳]

بسوں کے ڈرائیوروں کی تیز رفتاری اور غفلت کو بھی موضوع بنایا ہے روزنامہ آوازِ جہاں میں چین، اور امریکہ کے شہروں نیو یارک اور ٹورنٹو کے سفر کو شہر نما کے عنوان سے لکھا ہے۔[۳۴] ان کالموں میں چین کے شہر شنگھائی اور بیجنگ میں خوراک اور لباس کے انواع و اقسام کی تفصیل پیش کی ہے۔ وہاں کے میوزیم، ادیبوں اور سفر کے ذرائع بھی زیر بحث لائے گئے ہیں۔ امریکہ کے شہروں کے اسفار کے ذکر میں مذکورہ معلومات کے ساتھ وہاں ہونے والے مشاعروں کی تفصیل بھی زیر قلم آئی ہے۔ مذکورہ تمام خصوصیات ان کالموں کو سفر ناموں کی حیثیت عطا کرتی ہیں اگر ان تمام کالموں کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو یہ ایک بھر پور سفر نامہ بن سکتا ہے اور سفرناموں کے مختصر اظہاریے کی ایک نئی تکنیک بھی۔

مندرجہ بالا تجزیے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ منیر نیازی نے منفرد شاعر ہونے کے ساتھ کالم نگاری میں بھی انفرادیت قائم کی ہے۔ وہ، معاصر ادبی کالم نگاروں میں اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں۔ جس طرح ان کی شخصیت سحر انگیز تھی، اسی طرح ان کے کالم بھی قاری پر ایک سحر طاری کر دیتے ہیں۔ ان کی بذلہ سنجی اور کاٹ دار و حیرت زا جملے، ان کے کالموں کو بھی ادبیت اور ابدیت کی شان بخشتے ہیں۔ اردو ادبی کالم نگاری کی روایت ان کے کالموں کی متنوع ادبی جہات اور اسلوبیاتی آہنگ کے ذکر کے بغیر ادھوری رہے گی۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ سید شفقت جبار، منیر نیازی: شخصیت اور فن، غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم اے اردو، ملتان: بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، ۱۹۹۴ء، ص: ۸

۲۔ ڈاکٹر مسکین علی حجازی، پنجاب میں اُردو صحافت کی تاریخ، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، ص ۳۵۱/۳۵۲

۳۔ راقمہ، استفسار از محمد سلیم الرحمٰن، بمقام داروغہ والا، لاہور، مورخہ ۲۱/جولائی ۲۰۰۹ء

۴۔ شاد امرتسری، پرچہ چکھا: سلسلہ گل و خار مشمولہ ماہ نامہ ''ڈائریکٹر''، لاہور، (سال نامہ) ۱۹۶۲ء، جلد: ۱۴، شمارہ: ۱، ص ۱۵

۵۔ حمید اختر، پُرسش احوال، زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے، روزنامہ ایکسپریس، لاہور، ۲۹/دسمبر ۲۰۰۶ء

۶۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، فن صحافت، لاہور: مکتبہ کارواں، س۔ن، ص ۱۸۸

۷۔ منیر نیازی، ''لاہور لاہور ہے'' مشمولہ ہفت روزہ سات رنگ، لاہور، جلد ۴ شمارہ ۷، ۱۵ تا ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء، ص ۴

۸۔ منیر نیازی، ''لاہور لاہور ہے'' مشمولہ ہفت روزہ سات رنگ، لاہور، جلد ۴، ۵، شمارہ ۱۳، ۱، ۲۷ دسمبر تا ۱۰ جنوری ۱۹۷۵ء، ص ۴

۹۔ منیر نیازی، کالم مشمولہ ماہ نامہ دھنک لاہور جلد ۴ شمارہ ۷، ۸، دسمبر جنوری ۱۹۷۶ء ۱۹۷۵ء، ص ۱۳۳

۱۰۔ منوچہر، ''لاہور کا ادبی گزٹ''، ماہ نامہ نصرت، لاہور، اکتوبر ۱۹۶۲ء، ص ۸۹

۱۱۔ منوچہر، ''لاہور کا ادبی گزٹ''، ماہ نامہ نصرت، لاہور، جنوری ۱۹۶۳ء، ص ۳۰

۱۲۔ منیر نیازی، باتیں منیر نیازی کی، مشمولہ ماہ نامہ دھنک لاہور جلد ۴ شمارہ ۷، ۸، دسمبر جنوری ۱۹۷۸ء، ص ۴

۱۳۔ ڈاکٹر عبدالغفار کوکب، اردو صحافت اور فکاہیہ کالم کی روایت، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۷ء، ص ۴۴

۱۴۔ منیر نیازی، ''آس پاس''، مشمولہ ہفت روزہ سات رنگ لاہور جلد۴ شمارہ ۵ ،۳۱ اکتوبر ۱۹۵۳ء، ص ۲۰

۱۵۔ منیر نیازی، ''آس پاس''، مشمولہ ہفت روزہ سات رنگ لاہور جلد۴ شمارہ۱۱، ۱۳تا۲۰ دسمبر ۱۹۵۳ء، ص ۵

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ منیر نیازی، ''آس پاس''، مشمولہ ہفت روزہ سات رنگ لاہور جلد۴، ۵، شمارہ ۱۳ ،۱، ۲۷ دسمبر تا ۱۰ جنوری ۱۹۵۴ء، ص ۵

۱۸۔ منیر نیازی، ''خواب و خیال''، مشمولہ ماہ نامہ دھنک، لاہور، مئی ۱۹۷۳ء، ص ۱۴

۱۹۔ منیر نیازی، ''خواب و خیال''، مشمولہ ماہ نامہ دھنک، لاہور، ستمبر ۱۹۷۳ء، ص ۲۱

۲۰۔ منیر نیازی، ''باتیں منیر نیازی کی''، محولہ بالا: ۱۲

۲۱۔ منیر نیازی، ''لمبی چپ اور تیز ہوا کا شور''، مشمولہ ماہ نامہ دھنک، لاہور، مئی ۱۹۷۴ء، ص ۱۶

۲۲۔ منیر نیازی، ''خواب و خیال''، مشمولہ ماہ نامہ دھنک، لاہور، جون ۱۹۷۵ء، ص ۱۰

۲۳۔ منیر نیازی، ''خواب و خیال''، مشمولہ ماہ نامہ دھنک، لاہور، جلد ۷ شمارہ ۸/۹ دسمبر ۷۸، جنوری ۷۹، ص ۱۳۳

۲۴۔ منوچہر، ''ادب نامہ''، مشمولہ ''ماہ نامہ نصرت، لاہور مارچ ۱۹۶۴ء، ص ۱۰۴

۲۵۔ ڈاکٹر یونس جاوید، ''انا اور عجز کا مسافر''، مشمولہ سہ ماہی ادبیات اسلام آباد، اپریل تا ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۱۰۸

۲۶۔ منیر نیازی، ''خواب و خیال''، مشمولہ روزنامہ مساوات، لاہور، ۲۷ جولائی ۱۹۷۰ء، ص ۴

۲۷۔ منیر نیازی، ''میں اور شہر''، مشمولہ ماہ نامہ دھنک لاہور، مارچ ۱۹۷۵ء، ص ۹

۲۸۔ منوچہر، ''لاہور کا ادبی گزٹ''، محولہ بالا: ۱۱، ص ۳۲۔۳۳

۲۹۔ منوچہر، ''ادبی سرگرمیاں'' مشمولہ ماہ نامہ نصرت لاہور اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۵۰

۳۰۔ منوچہر، ''ادبی سرگرمیاں'' مشمولہ ماہ نامہ نصرت لاہور نومبر ۱۹۶۳ء، ص ۳۱

۳۱۔ منیر نیازی، کالم، مشمولہ ماہ نامہ دھنک لاہور، ستمبر ۱۹۷۵ء، ص ۳۱

۳۲۔ منیر نیازی، کالم، مشمولہ ماہ نامہ دھنک لاہور، نومبر ۱۹۷۵ء، ص ۲۵

۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ یہ کالم سہ ماہی ادبیات اسلام آباد کے شمارہ ۸۳۔۸۴ میں اپریل تا ستمبر ۲۰۰۹ء کے شمارہ میں بھی شائع ہوئے ہیں۔